نورِ عفّت سے روشن ہیں قلب ونظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ شباب

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ویسے تو زندگی لمحہ لمحہ قیمتی اور قابل قدر ہے مگر عہد شباب حسین بھی ہوتا ہے اور رنگین بھی، گریز پا بھی ہوتا ہے اور یادگار بھی، ہیجان خیز بھی ہوتا ہے اور جذبات پرور بھی۔ شباب نام ہے زندگی کی اس بہار کا جو امنگوں کے دامن میں آنکھ کھولتی اور تمناؤں کی گود میں پلتی ہے۔ جوانی جذبات کی سہیلی اور واردات کی ہم جولی ہے۔ نشہ صہبا اور ہجوم شوق کے امتزاج کا دوسرا نام شباب ہے۔ اس دور حسیں میں ذروں سے بھی آفتاب کی کرنیں نچوڑ لینے کو جی چاہتا ہے۔ جوانی ایک بہار ہے کہ چھا جاتی ہے۔ ایک کشش ہے کہ قلب و نظر کھنچ کے رہ جاتے ہیں۔ ایک جوش ہے کہ ہوش پر غالب آ جاتا ہے۔ ایک حسن ہے کہ ناظر کو مبہوت کر دیتا ہے۔ ایک ولولہ ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور زندگی کے لئے مشکل ہے کہ وہ شباب کی دہلیز سے صحیح وسالم گزر جائے کہ یہاں تو:

کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

یہ حسین دور جب گزر جاتا ہے تو انسان کے پاس اس کی رنگین یادیں ہی رہ جاتی ہیں۔ جنہیں وہ دل سے لگا لیتا ہے کہ وہ زندگی کی متاع عزیز بھی ہوتی ہیں اور بڑھاپے کی تلخیوں کو بہلانے میں اعانت بھی کرتی ہیں۔

جوانی کے ترانے گا رہا ہوں
دبی چنگاریاں سلگا رہا ہوں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شباب نے عرب کے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ اپنے اندر لغزشوں کا ایک طوفان اور گمرہی کا ایک ہیجان لئے ہوئے تھا۔ جوانی دیوانی، عشق آوارہ اور حسن رسوا تھا۔

شاعری نسوانیت کے تقدس کو پامال کررہی تھی۔محبوباؤں کے قصیدے شعرا کی زبان پر تھے۔عشق و عاشقی کے واشگاف تذکروں نے بیشتر نوجوانوں کو بہکا اور بھٹکا رکھا تھا اوراس پر ناؤ نوش کے ہنگاموں نے ایک ایسے راستے کو ہموار کرر کھا تھا جس پر چل نکلنے کے بعد پسپائی کا کوئی تصورنہیں تھا۔اس گمراہ کن اورحیا باختہ ماحول میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں مگراس انداز سے کہ زمانہ ان کی حیا سے پارسائی کا سبق لیتا ہے۔فرشتے ان کے دامن عفت پر نماز پڑھتے ہیں اور شرافت ان کے حسن اخلاق پر والاوشیدا نظر آتی ہے

نور عفت سے روشن ہیں قلب و نظر
گرچہ رہنے کو شہرِ ہوس میں رہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کس ادا کی کمی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے نہ دیکھا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ صورت کے اعتبار سے احسن اوراجمل تھے۔یوں لگتا تھا کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق دنیا میں آئے ہیں۔اس ظاہری کمال جمال کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت کے لحاظ سے بھی بے مثال تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرعیب سے مبرّا تھے کہ آپ ﷺ کے ہرقدم، ہر فعل اور ہرقول کی نگران وہ آنکھ تھی جسے نہ نیند آتی ہے، نہ اونگھ،نتیجہ معلوم کہ جذبات کا بہکنا تو کجا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاشیۂ خیال کو کوئی ہلکی سی آلودگی بھی مس نہ کرسکی۔اسی لئے عرب کے اس حسین وجمیل اور جسیم وقوی نوجوان پر بھی جوانی آئی مگر ایک لمحے کے لئے بھی حکایت، شکایت نہیں بنی۔ان کی جوانی تو بہار کا ایک مشک بار جھونکا تھا کہ مہک بکھیرتا چلا گیا،ایک شان بے نیازی کے ساتھ اورعرب کی لغویات و خرافات منہ دیکھتی رہ گئیں۔یوں اسی پاک باز نوجوان کی محتاط جوانی ایک ضرب المثل بن گئی۔

زندگی نے شباب کی دہلیز پرقدم رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ نہ باپ کا سایہ ہے نہ ماں کی شفقت، نہ بھائی کا سہارا ہے نہ بہن کا پیار۔ایک چچا ہی دم ساز ہیں اوروہ بوڑھے ہوچکے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنفوان شباب ہی میں ان کے ساتھ تجارتی قافلوں کے ہمراہ جاتے اورمشاہدات وتجربات سے اپنا دامن بھرتے۔برائیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوسوچنے پر مجبور کردیتیں اوراردگرد بکھرے ہوئے قدرتی نظارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکرکومہمیز کرتے۔نتیجہ معلوم کہ آغاز جوانی ہی میں تدبر وتفکر، فطرت کا حصہ بن گیا اورتدبر وتفکر کے یہی زاویے نبوت کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔کارلائل اسی غور وفکر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمد ﷺ کے دل میں ہزار ہا سوال پیدا ہوا کرتے تھے کہ میں کیا ہوں؟
یہ لامحدود دنیا کیا چیز ہے؟ میں کن چیزوں پر اعتقاد کروں؟ میں کیا کروں؟ لیکن کیا کوہ حرا
کی چٹانیں، چوٹیاں، کھنڈر اور میدان، کسی نے ان سوالوں کا جواب دیا؟ نہیں، ہرگز نہیں،
جبکہ گردونِ گرداں، گردشِ لیل و نہار، روشن ستارے، برستے بادل، کوئی بھی ان سوالات کا
جواب نہ دے سکا اور نہ اس عقدہ کو حل کر سکا۔

یہی غور و تدبر تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرا کے غار میں لے گیا اور اس غار کی ظلمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود ذی جود سے مستنیر ہوتی رہیں۔ وہیں جبریلؑ آئے اور ان کے اولین پرتو ہی سے قلب و نظر کے ایوان کھل گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ:

جو نکتہ وروں سے کھل نہ سکا، جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، عالم شباب میں ہر اس فعل سے محفوظ رہے، جس پر ہلکی سی گرفت اور انگشت نمائی ہو سکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی سے متنفر تھے۔ شراب نوشی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پاکیزہ زندگی اور مقدس کردار کا اثر تھا کہ اس دور کی بہت سی شخصیات نے بت پرستی ترک کر دی تھی۔ نبوت سے پہلے اور جوانی کے زمانے میں آپ ﷺ کا حلقۂ احباب بھی شریف، سنجیدہ اور قابل قدر افراد پر مشتمل تھا۔ ابو بکر صدیقؓ، حکیم بن حزام، عماد بن ثعلبہ، قیس بن ثابت اور مجاہد بن جبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوانی کے دوست تھے اور یہ سب عرب کی اخلاقی پستیوں میں ایسے روشن ستاروں کی طرح تھے جن کے رخ کردار سے اس دور میں بھی شباب اپنی صحیح سمت متعین کر سکتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے تھے جو شراب و زنا، جوئے بازی، بازاری شاعری، شرک و کفر، جنگ و جدل، بغض و عناد اور کینہ و فساد سے طبعاً متنفر تھے۔ حکیم بن حزام آپ ﷺ کے دوست تھے۔ وہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ وہ ۸ھ تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بہ دستور دل میں موجزن رہی۔ انہوں نے پچاس اشرفیوں کا ایک قیمتی حلّہ خریدا، مدینے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفتہً پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لینے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ تم میرے دلی دوست ہو مگر میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔ البتہ قیمتاً لے سکتا ہوں۔ حکیم بن حزام نے مجبوراً قیمت قبول کر لی۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب عرب کا معاشرہ برائیوں میں جکڑا ہوا تھا، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منارہ رشد وہدایت تھی۔ لاینحل عقدے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر سے حل ہوتے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں بے خوف وخطر رکھ جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات صدہا صُداقتوں کا صدف ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں کے حامی، بیواؤں کے مددگار اور یتیموں کا سہارا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین بھی تھے اور صادق بھی۔ حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ گفتار وکردار کی شہادت ہر دور دیتا رہا:

تجلیوں سے تری مستنیر و تابندہ
زمانِ ماضی و عصرِ روان و آئندہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امّی تھے مگر فراست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی لونڈی اور بصیرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ زاد تھی۔ اسی دور میں کعبے کی عمارت نشیب میں تھی۔ بارش کا پانی اس میں جمع ہو جاتا تھا۔ عمارت قدِ آدم بلند تھی اور غیر مسقف تھی۔ قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ تعمیر کعبہ کی ابتدا ہوئی۔ ہر قبیلے نے مختلف حصوں کو تعمیر کیا تاکہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہ جائے۔ تعمیر پورے ذوق وشوق سے جاری تھی کہ حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا۔ ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فضا کشیدہ ہوئی۔ یہاں تک کہ تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ عرب جوشِ انتقام میں خون کے پیالوں میں انگلیاں ڈبو کر جان دینے کا عزم کیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس موقع پر یہ رسم بھی ادا کر دی۔ اس صورتحال کو دیکھ کر ایک بزرگ ابوامیہ بن مغیرہ آگے بڑھے اور فیصلہ کیا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم میں آئے، اسی کو ثالث سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرشمہ دیکھئے کہ حرم کے نواح میں آفتاب کی کرنوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بوسہ دیا۔ خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ معاملہ ایک صادق اور امین کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر پر حجر اسود کو رکھا۔ تمام سرداروں سے کہا کہ چادر کو کونوں سے پکڑ کر اٹھاؤ۔ خود موقع پر پہنچے اور حجر اسود کو مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یوں خون کی پیاسی فضا امن وآشتی کی بہاروں سے ہم کنار ہوئی۔

اسی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی خوں ریزی اور بدامنی کو دور کرنے کے لئے تمام عمائدین اور اکابر کو یک جا کیا اور انہیں قوم وملک کی بگڑتی صورتحال کا احساس دلایا، چنانچہ ایک امن کمیٹی بنائی گئی جس میں بنو اسد، بنو مطلب، بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تمیم کے نمائندے شامل تھے۔ اس کمیٹی کے

اراکین نے عہد کیا کہ وہ بدامنی ختم کریں گے، مستحقین کی امداد کریں گے مسافروں کی مدد کی جائے گی، خوں ریزی ختم کردی جائے گی اور تمام معاملات حسن تدبر سے سلجھائے جائیں گے۔

مکہ کی ایک امیر خاتون حضرت خدیجہؓ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن عمل، علو کردار اور کاروباری بصیرت کے قصے سنے تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنا مال دے کر تجارت کی غرض سے بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور امانت سے خوب نفع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ اس قدر متاثر ہوئیں کہ بات شادی تک پہنچ گئی۔ شادی کے وقت عرب کے اس پاک باز نوجوان کی عمر ۲۵ سال اور اہلیہ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شباب کے پندرہ سال ان کے ساتھ اس محبت اور وفا سے گزارے کہ تاریخ آج بھی اس نوجوان کی مطہر جوانی کو حیرت سے دیکھتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں اور اس سے قبل ان کے دو نکاح ہو چکے تھے۔ ان میں سے اولاد بھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی اس قدر قابل قدر تھی کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر اس محبت سے فرماتے کہ بسا اوقات حضرت عائشہؓ کو بھی رشک آتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ نکاح جناب ابوطالب نے پڑھا، وہ خطبہ اپنے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا ایک ایسا پیرایہ لئے ہوئے ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا اس وقت بھی ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نعت خواں تھا۔ حضرت ابوطالب کے یہ الفاظ نثری نعت ہی تو ہیں۔

> شکر و احسان ہے اس مالک الملک کا اور رب قدیر کا جس نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں پیدا کیا اور ہزار حمد وثنا کا سزاوار ہے۔ وہ خداوند جس نے ہمیں یہ شرف عطا کیا کہ ہم خود کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے کہہ سکیں، اور یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ ہمیں حرم شریف کی محافظت اور اقوام عرب کی پیش وائی کی سعادت عطا فرمائی۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر و سپاس بار دگر ادا کرنے کے بعد واضح کرتا ہوں کہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی خوبیوں اور ہر دل عزیزیوں میں کوئی شریک وسہیم نہیں۔ اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسے دولت دنیوی میں بہت تھوڑا مال نصیب ہوا ہے لیکن کچھ پروا نہیں کہ یہ ایک فانی اور زوال پذیر شئے ہے۔ اصل چیز محامد ذاتی اور محاسنِ اخلاق ہیں اور میرا بھتیجا ان نعائم خداوندی سے بہرۂ وافر رکھتا ہے۔ پس میں پانچ سو درہم طلائی کے عوض خدیجہ بن خویلد کو اس کے نکاح میں دیتا ہوں۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم، شباب، عفتِ فکر ونظر، بلندی کردار، قوتِ فیصلہ اور امانت و دیانت کا ایک ایسا مرقع تھے جن کے دامن پر کوئی ادنیٰ سا دھبا بھی دکھائی نہیں دیتا۔ یہی پاکیزہ جوانی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ صداقت کی سب سے بڑی شہادت تھی، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت فرماتے ہیں تو کوئی انگلی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر نہیں اٹھ سکی۔ ہر مخالف یہی کہتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ بولتے ہیں مگر ہم سرگشتۂ خمار رسوم و قیود رہیں گے۔ چالیس سال کی عمر تک ایک معاشرے میں رہنا اور بھرپور زندگی گزارنا، پھر دعوت حق دینا اور پھر شخصی کردار پر بدترین مخالفوں کا بھی اعتراض نہ کرسکنا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اعجاز ہے اور ہمارے خدائے رحیم کا سب سے بڑا احسان ہے۔

قرآن کریم کی عام فہم، مستند اور آسان ترین تفسیر

احسن البیان فی تفسیر القرآن

سید فضل الرحمٰن

- ہر سورت کا تعارف اور آیت وار خلاصہ
- سلیس ترجمہ
- مختصر مگر جامع تفسیر
- مشکل الفاظ کی تشریح

علماء، طلبہ، عوام الناس خصوصاً درس قرآن دینے والے حضرات کے لئے انتہائی مفید

آٹھ جلدوں میں مکمل شائع ہوگئی ہے

کل صفحات ۳۷۰۴ قیمت: ۱۶۸۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰۔ فون

ail:syed.azizurrahman@gmail.com ۶۶۸۴: